حکمران سے خواندہ رول ماڈل تک: ملکہ وکٹوریا اردو شعر و ناول میں

ڈاکٹر سمیرا عمر

اسسٹنٹ پروفیسر اردو
گورنمنٹ شالامار کالج لاہور

Dr. Sumera Umar,
Assistant Prof. Urdu,
G.C, Lahore

Abstract:

From Ruler to Literate Role Model: Queen Victoria in Urdu Verse and Novel Literature presents the changes in social and cultural values of a society. Urdu world saw substantial changes during colonial period. Its literature presents some of these changes in verse and prose. After the failure of war of independence and the establishment of Queen Victoria's rule in 1857, the Indian subjects tried to rehabilitate themselves in new circumstances. Literature was one form for them to start a dialogue with new ruler. In Urdu Qaseeda and Novel presented Queen Victoria as ruler and a literate role model. These representations were also gave Urdu writers a chance to negotiate about the space and place of women in society. Queen helps them to rethink about the position and capabilities of women in a male dominant society.

Keywords: Queen Victoria, Representation, Ghaib, Akbar, Female Education,

انیسویں صدی کے ہندوستان میں خواتین کو سماجی طور پر متحرک کرنے اور ان کی معاشرتی حالت کو بہتر بنانے کے لیے مختلف سماجی عوامل کارفرما تھے۔ انگریزی حکومت خصوصاً تعلیم نسواں میں دلچسپی رکھتی تھی جس کے اپنے مقاصد تھے۔ سماجی اصلاح کی دیسی تحریکیں اپنے طور پہ عورت کی تعلیم و تربیت کے مختلف اور بعض صورتوں میں متضاد تصورات رکھتی تھیں۔ ان میں آریہ سماج، براہمو سماج، تھیاسوفیکل سوسائٹی اور مشنری مشنوں کے علاوہ مسلمانوں کا جدت پسند طبقہ بھی عورتوں کی تعلیم کے لیے فکری و عملی کوششوں میں مصروف تھا۔ تعلیم نسواں کے متعلق مختلف مباحث کا ایک ذریعہ اردو ناول بھی تھا جس نے مختلف تعلیم یافتہ نسوانی کرداروں کو رول ماڈل کے طور پہ پیش کیا۔ ان میں گھڑے گئے ساختہ فکشنی کردار بھی تھے اور تاریخ سے لیے گئے حقیقی کردار بھی تھے۔ ایسے ہی کرداروں میں ملکہ وکٹوریا بھی ہیں۔

اردو ادب میں ملکہ وکٹوریا کی پیشکش میں دو حیثیتیں نمایاں ہیں: حکمران اور خواندہ رول ماڈل۔ اوّل صورت کو شعر میں موضوع بنایا گیا ہے جبکہ موخر الذکر کی متعدد مثالیں ناول میں دکھائی دیتی ہیں۔ ان کی پیشکش

کے تجزیے سے اردوادب میں بدلتے ہوئے سماجی معیارات اور خاتون کی سماجی ذمہ داریوں میں آنے والی تبدیلیوں کو سمجھا جا سکتا ہے۔

اردوادب میں حکمران اور ادیب کے مابین مکالمے کی متعدد صورتوں میں ایک قصیدہ ہے۔ قصیدہ قدیم صنفِ سخن ہے جو عربی کے توسط سے فارسی اور بعد ازاں اردو میں رائج ہوئی۔ عربوں کے ہاں قصیدہ خالص دلی جذبات کا عکاس تھا۔ شاعر اپنے نسب یا قبیلے کی برتری، نامور بزرگوں کی وجہ شہرت اور محبوب کے حسن وجمال کو بیان کرنے کی غرض سے صدقِ دل سے مدح وستائش کرتے تھے۔ مسلم فتوحات کے نتیجے میں یہ صنف عرب سے ایران کی جانب ہجرت کر گئی تو ایران کی شاہی و درباری مخصوص ذہنیت کی بدولت اس صنف میں دروغ گوئی، مبالغہ آرائی اور حصولِ مطلب کا اضافہ ہو گیا۔ قصیدے کی یہ روایت جب ایرانیوں کے ہمراہ سرزمینِ ہند کے درباروں تک رسائی حاصل کر لیتی ہے تو بادشاہانِ وقت، امرائے سلطنت، وزرا، خلفا، نوابین اور اُن کے جانشین، صاحبانِ ثروت و دولت کے ستائشی تہنیت ناموں میں ڈھل کر قبولِ عام سند حاصل کر لیتی ہے۔ امرائے سلطنت کی مصاحبت و ہم نشینی، دربار تک رسائی اور مرتبے کی خواہش کے زیرِ اثر قصیدہ نگاری کے فن میں صناعی، علم وہنر، زبان دانی اور سخن وری کے پہلو شامل ہوتے چلے گئے۔ مدح وستائش کی اس مسابقت میں شعرا پیرایۂ اظہار کے لیے لغت سے تشبیہات واستعارات کا ذخیرہ کھنگال کر الفاظ کے نادر قیمتی موتیوں کو مدح میں چن کر اپنے قصیدے کو مرصع کرنے کی جستجو میں لگے رہتے کیوں کہ قصیدہ کے توسط سے ان کا کاروبارِ حیات وابستہ تھا جس قدر مدح و ستائش کا پلڑا بھاری رہتا اسی قدر انعام و اکرام اور وظائف مل جانے کا امکان ہوتا۔ ایسے شعرا جن کا رزق دربار سے وابستہ ہو جاتا وہ اپنے مربی کی وفات پر مرثیہ لکھ کر نہ صرف مربی کو خراجِ تحسین پیش کرتے بلکہ اُن کے جانشینوں کو نمک حلالی کا ثبوت فراہم کرتے ہوئے سربلندی وفیاضی کی دعا دیتے تاکہ فکرِ نان وجویں سے آزاد ہو جائیں۔

مربی اگر بادشاہ ہو تو مدح وستائش کرنے والوں کے ہجوم میں بے کراں اضافہ ہوتا اور اسی مناسبت سے مسابقت کی دوڑ بھی لگی رہتی اور اگر شہنشاہ کے عہدے پر فائز ہو تو یہ باور کرنا چنداں مشکل نہیں مسابقت کس حد تک بڑھ جاتی ہو گی۔ ہندوستانی تاریخ میں شہنشاہی تین بادشاہوں کے تصرف میں آئی۔ اول راجہ اشوک (اشوکا)، دوم جلال الدین محمد اکبر اور سوم قیصرِ ہند ملکہ وکٹوریہ۔ اشوکا کا دور ہندوستان میں قصیدے کی آمد سے قبل کا ہے وہ اس دھرتی کا جری سپوت تھا جو سرزمینِ ہند میں پل بڑھ کر جوان ہوا اور اسی دھرتی کا غبار ہو گیا۔ جلال الدین محمد اکبر کے دربار میں قصائد نگاروں کا ہجوم رہتا، اس نے ہندوستان کو وطن سمجھا اور اسی کی خاک میں آسودہ ہوا لیکن ملکہ وکٹوریہ کا معاملہ خاصا پیچیدہ اور مختلف تھا۔ اول یہ کہ وہ سات سمندر پار، رعایا کی نظروں

سے او جھل ملک کی باسی تھی، دوم یہ کہ جاگیر دارانہ ملک کی حکمران جہاں مردوں کا غلبہ و اقتدار سماجی زندگی میں ایک قدر کی حیثیت رکھتا تھا، وہاں بادشاہ کی بجائے ملکہ کی حاکمیت قائم ہوئی۔ چہارم یہ کہ ملکہ کے دربار تک شعرا کی رسائی ناممکن تھی۔ ایسی صورت میں ان دیکھی ملکہ کی اطاعت و فرماں برداری کا عہد، اس کی شجاعت و دلیری کا بیان، صورت و سیرت، انداز و اطوار میلانات و رجحانات کی مدح وستائش ہندوستانی شعرا کے لیے ایک مشکل امر ضرور تھا۔ چوں کہ ملک بھر میں ملکہ کی بجائے اس کے سخت گیر گوری چمڑی والے کارندوں سے ہندوستانی شعرا کا سابقہ پڑتا تھا لہٰذا ملکہ کی صورت و سیرت، حسن و جمال اور شجاعت و بہادری کی بجائے اس عہد میں ہونے والی تیز رفتار معاشرتی تبدیلیاں، نئی نئی ایجادات و اختراعات نے اس کمی کو بڑی حد تک پورا کرنے کی کوشش کی، سماجی تبدیلیوں کو نعمت خداوندی اور ملکہ وکٹوریہ کو ظل الٰہی تسلیم کر لیا گیا۔ اس بات کا اظہار غالب برملا کرتے ہیں:

> "خدا اپنے فضل سے جن کو بادشاہت عطا کرتا ہے اس کو فتح کرنے کی طاقت اور شان و شوکت بھی عطا کرتا ہے اسی بنا پر جو شخص فرماں رواؤں کی نافرمانی کرتا ہے وہ اس قابل ہے کہ اس کے سر پر جوتے لگیں۔ محکوم کا حاکم سے لڑنا (ستالی) پر ہاتھ مارنا (اپنے آپ کو تباہ کرنا) ہے دنیاوالوں کے لیے مناسب ہے کہ جن لوگوں کو خدا نے خوش بختی عطا کی ہے ان کے سامنے سر جھکا دیں اور فرماں رواؤں کے حکم کی تعمیل خدا کے حکم کی تعمیل سمجھیں۔"(1)

ایسٹ انڈیا کمپنی کی فتوحات کا سلسلہ بنگال سے شروع ہوا اور مغلیہ سلطنت کے زوال پر منتج ہوا۔ ۱۸۵۷ء میں ہندوستانیوں کی جانب سے جو جنگ آزادی شروع ہوئی غالب اسے بغاوت اور غدر شمار کرتے ہوئے اس کی بھرپور مذمت "دستنبو" میں جابجا کرتے نظر آتے ہیں۔ مرزا غالب نے ۱۱؍ مئی ۱۸۵۷ء تا جولائی ۱۸۵۷ء کے واقعات کا روزنامچہ قدیم فارسی زبان میں تحریر کیا اور کتاب کے شروع میں ہی اس بات کا اعتراف کر لیا کہ وہ انگریزوں کے خیر خواہ اور حامی ہیں:

> "اس کتاب کے پڑھنے والے یہ سمجھ لیں کہ میں نے جس کی قلم کی جنبش سے کاغذ پر (الفاظ کے) موتی بکھر جاتے ہیں انگریزی حکومت کے نان و نمک سے پرورش پائی ہے اور بچپن سے ان فاتحین عالم کے دستر خواں سے زیرہ چیں ہوں۔"(2)

۱۸۵۷ء کے خونیں واقعات، شرفا کی تباہی و شہر بدری، بغاوت کے الزامات، گرفتاریاں، قید کی صعوبتیں، قتل عام کے علاوہ عوام کی مفلوک الحالی اور کس مپرسی کے بیان کے ساتھ ساتھ انگریزوں کی شہر بہ شہر یورشوں کا خاتمہ اور فتح مندی کا بیان روزنامچے کا موضوع بنتے ہیں۔ اسی کے دوران میں غالب نے اپنے سوانحی حالات کو بھی بیان کرتے ہوئے لکھا:

”دو سال ہوئے کہ میں نے ملکۂ انصاف پسند فلک رفعت، ستارہ چشم ملکہ وکٹوریہ کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا اور ڈاک جو دہلی سے بہ راہِ راست بمبئی اور وہاں سے لندن جاتی ہے آقائے ہنر پرور وحاکمِ نام اور لارڈ النبرا بہادر کے حضور میں بھیجا جو گورنری کے زمانے میں ازراہِ کرم میرے مربی تھے۔“(3)

غالب کے بیان کے مطابق تین ماہ بعد لارڈ النبرا کا خط موصول ہوا جس میں اطلاع دی گئی کہ قصیدہ شاہی دربار سے وابستہ لوگوں تک پہنچا دیا گیا ہے۔ مزید ایک ماہ کے وقفے کے لیے مسٹر ز نگٹن بہادر کا خط بہ ذریعہ ڈاک موصول ہوا جس میں غالب کے لیے یہ خوش خبری تھی کہ:

”سائل ضابطے کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنی گزارشات فرماں روائے ہندوستان کے وسیلے سے ہماری بارگاہ میں پیش کرے۔“(4)

غالب یہ بات جانتے تھے کہ شاہانِ ایران رُوم کے یہاں اپنے مداحوں کے لیے بیش قیمت موتیوں سے منہ بھرنے، سونے میں تولنے، گاؤں یا جاگیر عطا کرنے اور انعام و کرام سے نوازنے کی روایت رہی ہے لیکن اس کی بجائے غالب نے ملکہ وکٹوریہ کے حضور تین مطالبات پیش کیے:

”اس مداح کی یہ خواہش ہے کہ ملکہ معظمہ اپنی زبانِ (مبارک) سے مہر خواں (خطاب) ارشاد فرمائیں اپنے حکم سے سراپا (خلعت) بخشیں اور اپنے خواں سے چند نانِ ریزہ (روٹی کے ٹکڑے) عنایت فرمائیں۔ مہر خواں اور سراپا کا ترجمہ عربی میں خطاب اور خلعت ہو سکتا ہے اور نان ریزہ کو انگریزی میں پنشن کہہ سکتے ہیں۔“(5)

غالب کو مسٹر رسل کلرک بہادر کی زبانی مایوس کن پیغام موصول ہوا کہ اگر ہندوستان کا نظم و نسق ۱۸۵۷ء کے ہنگاموں میں برباد نہ ہوتا تو ان کی مرادیں پوری ہو جاتیں۔

غالب نے اس مایوس کُن جواب کے بعد بھی ہمت نہ ہاری جشن جوبلی کے موقع پر دستنبو کو مکمل کر کے ملکہ وکٹوریہ کی خدمت میں مع ایک قصیدہ صاحبانِ علم و دانش اور انصاف پسند کے روبرو پیش کیا گیا۔ قصیدے میں غالب نے ملکہ وکٹوریہ کو صاحب دانش، فرخ طلعت اور نیک خو قرار دیا جس کا مرتبہ انصاف پسند نوشیرواں سے افضل اور علم شاہ جمشید سے زیادہ ہے۔ اس کی سخاوت حیرت آفرین اور عقل رسا ہے۔ اس کی شان و شوکت کے سامنے فاتح عالم گدا ہیں اور سخاوت کا یہ عالم ہے کہ ”اگر وہ (ملکہ وکٹوریہ) موتی لٹانے کا ارادہ کریں اور لٹائیں تو (کثرتِ بخشش سے یہ حالت ہو گی) کہ اگر کوئی شخص ان موتیوں کو شمار کرنا چاہے تو شمار کرتے کرتے اس کی انگلیاں گھِس جائیں گی۔“(6)

قصیدے کے آخر میں ملکہ کو سرفرازی وطویل المدتی کی بادشاہت کی دعا دے کر یہ خواہش کی کہ اگر وہ ملکۂ عالم کی بخشش میں سے کچھ حاصل کرلیں تو اس دنیا سے بے مراد نہیں لوٹیں گے۔

ڈاکٹر تنویر احمد علوی نے غالب کی فارسی شاعری میں دستنبو سے منسلک قصیدے کے متعلق وضاحت کی ہے کہ یہ دراصل شہنشاہِ ہند آخری تارجدار مغل بہادر شاہ ظفر کے لیے کہا گیا تھا اور اس کا ایک قلمی نسخہ جس کا عنوان ''در تہنیت غسلِ حضورِ اقدس'' ہے بہادر شاہ ظفر ۱۸۵۳ء میں بیمار ہوئے تھے اس قصیدے کو بھی اسی موقع سے متعلق ہونا چاہیے۔ بعد میں غالب نے اسے ملکۂ انگلستان کے نام سے منسوب کر دیا اور دستنبو کے پہلے ایڈیشن میں اسے شائع کرتے وقت اس کا عنوان بدل کر ''قصیدۂ برگزیدہ در مدح خداوندروئے زمیں سایہ جہاں آفرین حضرت قدر قدرت ملکۂ معظمہ انگلستان، خلد اللہ ملکہ بالعدل و احسان مشتمل بر تہنیت فتح ہندوستان'' کر دیا۔(7)

ڈاکٹر صاحب کا کہنا ہے کہ غالب نے بہادر شاہ ظفر اور دیگر اعیانِ سلطنت کے لیے جو ستائشی تہنیت نامے لکھے اُن میں صلہ و انعام کی توقع کارفرما تھی۔ غالب نے حصول مطلب پر کبھی پردہ بھی نہیں ڈالا۔ انگریز کمپنی بہادر کے افسران بالا اور حاکمانِ وقت کے علاوہ بہت سے ایسے بھی ممدوحین تھے جن سے ان کی واقفیت تھی نہ دربار تک رسائی۔ غالب نے ان کے دربار اور سرکار تک پہنچنے کے لیے ''بس قصیدہ ترتیب دیا اور کسی ذریعہ سے ان کی نظر گاہ تک پہنچانے کی سعی کی۔''(8) غالب خود اس امر کا اعتراف دستنبو میں کرتے ہیں کہ ''میرا یہ طریقہ رہا ہے کہ جو حاکم ہندوستان خصوصاً اس شہر (دہلی) میں آئیں ان کی مدح میں قصیدہ بھیجا جائے۔''(9)

غالب کے منکسر المزاج شاگرد مولانا الطاف حسین حالیؔ نے جلد ہی یہ راز جان لیا تھا کہ ''چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی'' حالی بھی ملکہ وکٹوریہ کے مداحین میں شامل تھے۔ ملکہ کی عمدہ انتظامی صلاحیتوں نے حالی کو از حد متاثر کیا اگرچہ ملکہ سے ملاقات کا کبھی شرف حاصل نہ ہو سکا مگر ان کی سیرت حالی کو اس قدر بھا گئی کہ ان کے لیے قصیدہ و مرثیہ لکھنے پر مجبور ہوگئے۔ ''نوحۂ قیصرۂ ہند'' میں حالی اپنی محبوب ملکہ سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں:

کر لیا تھا تیری سیرت نے دلوں کو تسخیر
گو کہ دیکھی نہ تھی ہم نے کبھی صورت تیری (10)

ملکۂ انگلستان کے پنجاہ سالہ اقتدار مکمل ہونے کی خوشی میں ہندوستان میں جشن جوبلی دھوم دھام سے منائی گئی۔ حالی نے بھی ''جشنِ جوبلی'' کے عنوان سے ملکہ وکٹوریہ کی شان میں قصیدہ کہا۔ حالیؔ ملکہ سے اس قدر متاثر تھے کہ اُن کے پچاس سالہ دور اقتدار کو ہندوستان کے حق میں ست جگ سے بہتر گردانا:

یہ عہد کہ گزرے ہیں برس جس کو پچاس اب
ست جگ سے ہے یہ ہند کے حق میں بہتر (11)

حالی کو یہ پچاس سال ست جگ سے بہتر اس لیے بھی معلوم ہوئے کہ ان کے بقول اس دور میں تعصب کا خاتمہ اور انصاف کا دور دورہ ہوا، ہندوستانی دختر کشی کو روا رکھتے تھے۔ ملکہ کے عہد میں اُن خون آلود ہاتھوں کو قطع کر دیا گیا۔ ستی کی مذموم رسم تلف کر دی گئی اور خواتین کو زندہ رہنے کے ساتھ ساتھ علم حاصل کرنے کا بنیادی حق حاصل ہوا۔ اس دور میں ہندوستانیوں نے بیٹے اور بیٹیوں کے مابین جنسی تفریق کو ناجائز تصور کیا اور بلا تفریق اولاد کی پرورش ہونے لگی۔ یہی نہیں تمام انسانوں میں مساوات کا رشتہ قائم ہوا۔ غلاموں کی حمایت کی گئی اور ظلم کا خاتمہ ہوا۔ ہندوستانی جو لٹیروں اور ٹھگوں سے عاجز آچکے تھے ان کا قلع قمع بھی اسی عہد آفریں میں ہوا:

اے نازش برطانیہ اے فخر برنزک
اے ہند کے گلے کی شباں ، ہند کی قیصر
سچ یہ کہ فاتح کوئی تجھ سا نہیں گزرا
محمود نہ تیمور نہ دارا نہ سکندر (12)

حالی نے ملکہ کو اس بات پر بھی خراجِ تحسین پیش کیا کہ درج بالا حاکمانِ وقت نے تو فقط دنیا فتح کی جب کہ ملکہ کو تو رعایا کے دلوں کو مسخر کرنے میں ملکہ حاصل ہے۔ انھی کی بدولت ہندوستان میں مذہبی اختلافات مٹا دیے گئے، ان کا احسان ہندوستان کی تمام اقوام پر یکساں مگر مسلمانوں پر خصوصی ہے۔ اس اتحاد قومی کے بارے میں فرحت جبیں ورک لکھتی ہیں:

> ''نو آبادیاتی نظام کے پھلنے پھولنے میں جو چیز بڑی رکاوٹ تھی وہ ہندو مسلم اتحاد بھی تھا سو اس میں دراڑ مختلف سوچی سمجھی اسکیموں کے تحت ڈالی گئی گؤکشی کا مسئلہ، فارسی زبان کو عدالتوں سے خارج کرنا، بعد ازاں ہندی اردو زبان کے تنازعے کے لیے مطابق و موافق ماحول پیدا کیا گیا۔''(13)

مگر حالی کہتے ہیں کہ فی زمانہ کسی کو راحت و اطمینان کی خواہش ہے تو وہ محض ملکہ کے سایۂ عاطفت میں ہی ملے گی۔ قصیدے کے آخر میں حالی نے یہ دعا کی ہے:

قیصر کے گھرانے پہ رہے سایۂ یزداں
اور ہند کی نسلوں پہ رہے سایۂ قیصر (14)

ابو محمد سحر نے اس دعائیہ شعر کے بارے میں لکھا:

”پہلے مصرع میں تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن دوسرا مصرع لکھنے میں حالی حق بجانب نہ تھے یہ خوشی کی بات ہے کہ پُرانے قصیدہ گویوں کی ایسی تمام دعاؤں کی طرح حالی کی دعا بھی پوری نہیں ہوئی اور قیصر کے گھرانے پر سایۂ یزداں رہنے کے باوجود ہند کی نسلوں پر سایہ قیصر نہیں رہا۔“(15)

۱۸۷۵ء ملکہ وکٹوریہ کی سال گرہ کے موقع پر حالی نے ملکہ مخدومہ کے لیے "مبارک باد: ملکہ وکٹوریہ کی سال گرہ پر" کے عنوان سے تہنیتی نظم لکھی اور اس دن کی ایک ایک گھڑی کو سعید گردانا کیونکہ ان کی آمد سے ہندوستان کا ادبار ختم ہو گیا۔ سال گرہ کا دن اس قدر مبارک ہے کہ جس کے ایک ایک لمحے کی قیمت ایک ایک برس کے مساوی ہے۔ اس دن قوم کے ہمدرد جو بھی نیک کام سرانجام دیں گے وہ برکت والا ہو گا کیوں کہ:

دولت جاوید کی پڑتی ہے بنیاد یاں
قوم کی بے تالعی ہند سے رخصت ہوئی (16)

حالی کے قوم کے تمام خیر خواہوں کو مل کر اس بات پر فاتحہ پڑھنے کا مشورہ دیا کہ آج کے دن کی بدولت قوم کے روایتی نکہت وادبار کا خاتمہ ہو گیا۔

”جشن جوبلی“ کے بعد حالی کو پانچ سال تک برابر حکومتِ انگلشیہ سے وظیفہ ملتا رہا اور اس کے بعد سر جمیس رائل لیفٹیننٹ گورنر بہادر پنجاب نے خصوصی شفقت کرتے ہوئے نہ صرف اس وظیفے کی معیاد بڑھادی بلکہ حالی کے رہنے کو ایک مرمت شدہ مکان بھی دیا گیا۔

حالی سر جمیس رائل کے قصیدے میں ان کی مدح وستائش کرتے ہوئے حالی اس وضیفے کا ذکر بھی کرتے ہیں:

جوبلی کے جو خاص وظیفے
پانچ برس ہم کو ملے تھے
لطف سے معیاد ان کی بڑھا کے
جیت لیے دل آپ نے ہم سے (17)

ملکہ وکٹوریہ کی وفات پر بھی حالی نے غم کا اظہار کرتے ہوئے ان کی وفات کو دنیا کی بدبختی جانا۔ ملکہ کے راہی عدم ہونے پر کینیڈا تا ہندوستان گھر گھر صف ماتم بچھ گئی:

اے کوئن وکٹوریا (اک) تجھ کو کیا آئی اجل
لکشمی دنیا کے ہاتھوں سے گئی نکل (18)

حالی اس مرثیے میں ہندوستانی پدر شاہی نظام میں مرد کی حاکمیت کے دعویٰ داروں کو جواز دیا کہ اگر کوئی بھی یہ دعویٰ کرے کہ عورت مرد سے زیادہ فضیلت رکھتی ہے تو اس کے پاس ملکہ وکٹوریہ کی ہی دلیل ہے کیوں کہ دنیا کا بڑے سے بڑا بادشاہ بھی ملکہ کی شان وشکوہ تک نہیں پہنچ پایا:

ہے دلیل اس کے لیے کافی فقط تیری مثال
مرد پر عورت فضیلت کا کرکے گر ادّعا
کیجیے اقبال مندی پر اگر تیری نظر
سامنے تیرے نہیں جچتا کوئی کشور کشا (19)

بہ قول حالی ملکہ وکٹوریہ صنف کے اعتبار سے اگرچہ عورت تھیں مگر ان کی انتظامی صلاحیتوں نے مردوں کو مات کر دیا۔ جس قدر تجارتی و اقتصادی، مادی و علمی ترقی ملکہ کے عہد میں ہوئی کسی دوسرے کو نصیب نہ ہوئی۔ دنیا کے ہر براعظم پر ملکہ نے اپنی فتوحات کے جھنڈے گاڑے ہیں اور دنیا کے تمام سمندر ملکہ کے جہازوں سے اٹے پڑے ہیں۔ قصیدہ گو شعرا اپنے ممدوح کی مدح لکھتے ہوئے جس قدر دروغ گوئی اور مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہیں وہ تمام مبالغے ملکہ کی شان وشکوہ کے سامنے حقائق کا روپ دھار لیتے ہیں کیوں کہ جو شہنشاہی ملکہ وکٹوریہ کو نصیب ہوئی تاریخ میں کسی نامی گرامی بادشاہ کے بھی حصے میں نہیں آئی۔

دستِ قدرت نے بنایا گو کہ تھا عورت تجھے
پر جواں مردوں پہ تھی عالم کے فوقیت تجھے (20)

ملکہ نے ایک عورت ہوتے ہوئے جواں مردی دکھائی ہے۔ ہندوستان ملکہ کے عہد میں علم کی برکتوں سے مالا مال ہوا اور انھوں نے ہی ہندوستان کو علم کی راہ دکھائی اور تجارتی ترقی کی راہ پر ڈالا، غفلت کے ماروں کو جھنجھوڑ کر جگایا۔ اُن کی علم سے محبت کا ادنیٰ ثبوت حالی پیش کرتے ہیں کہ علی گڑھ فاؤنڈیشن کو کتابوں کا ذخیرہ عطیہ فرما کر اس ادارے کو وقار بخشا۔

لسان العصر اکبر الہٰ آبادی اپنے پیش روؤں سے اس لیے مختلف ہیں کہ ہیں کہ انھوں نے اپنی شاعری میں کھل کر انگریز اور انگریزیت کی مخالفت کی ہے۔ انگریزی بود و باش کے مخالف اور جدید ٹیکنالوجی کے ناقد اکبر الہٰ آبادی جشن جوبلی کے موقع پر مسٹر ہاول صاحب کی حسبِ خواہش مبارک باد کا ایک قصیدہ ملکہ وکٹوریہ کی شان میں لکھتے ہیں تو اسی کا عہد انھیں ہندوستان میں بہترین نظر آتا ہے:

یہی ہندوستان سب کہتے ہیں جنت نشاں جس کو
کوئین وکٹوریہ کے عہد میں رشکِ گلستاں ہے (21)

اکبر الٰہ آبادی پُرانی مشرقی روایات کے دلدادہ تھے اور وہ اس بات کے خواہاں تھے کہ ہندوستانی اپنی تہذیبی روایات سے پیوستہ رہیں۔ اکبر جدید تعلیمی نظام کو ناپسند کرتے تھے کیوں کہ یہ تعلیمی نظام ہندوستانیوں کو مسلسل تقلیب کرنے اوراپنی تہذیب سے متنفر کرنے میں مصروف عمل تھا۔ اسی لیے وہ اس نظامِ تعلیم کے نقائص بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اس کا تمسخر اڑاتے نظر آئے۔ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا اس بارے میں رقم طراز ہیں:

"اکبر جانتے تھے کہ انگریزوں کے رائج کردہ نظام تعلیم کا مقصد خاص حالات میں کام آنے والے خواندہ افراد پیدا کرنا تھا اس کا مقصد لائق باہنر اور ذہین افراد پیدا کرنا نہ تھا۔"[22]

اس حقیقت کو جانتے اور مانتے ہوئے بھی سید اکبر الٰہ آبادی جب ملکۂ وکٹوریہ کے لیے قصیدہ کہتے ہیں تو اس نظام تعلیم کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے اس قدر سراہتے ہیں کہ اس نظام کے بالمقابل ارسطو کی فکر بھی طفل مکتب ٹھہرتی ہے:

نظر سلطان کی ہے خاص تعلیم رعایا پر
اشاعت علم کی یہ ہے کہ سب کی عقل حیراں ہے
ہزاروں مدرسے قائم ہوئے ہیں سینکڑوں کالج
جہاں فکر ارسطو بھی اک طفلِ دبستاں ہے [23]

شاعر اس بات پر خوشی کا اظہار کرتا ہے کہ ملکہ وکٹوریہ کے اس جنت نظیر ہندوستان میں ہر طرف امن واماں ہے۔ ہری بھری کھیتیاں دیکھ کر زمین دار اور دہقاں مطمئن و خوشحال ہیں۔ تجارت روزافزوں ترقی پارہی ہے چہار سو قانون کی عملداری ہے۔رعایا کے حقوق محفوظ و مامون ہیں۔یہی سبب ہے کہ فاتح و مفتوح کی آپسی رنجشیں ختم ہوگئیں اور ان کے درمیان محبت و موَدت کا رشتہ استوار ہو گیا۔

اکبر کے دور میں ہندوستان بڑی بڑی تبدیلیوں کے عمل سے گزرا اور اکبر ان تبدیلیوں کے عینی شاہد تھے۔ وہ اپنی شاعری میں ان تبدیلیوں کا خاکہ اڑاتے ہیں اور ایجادات کو شک بھری نگاہوں سے دیکھتے ہیں مگر یہی ایجادات قصیدے میں طلسماتی روپ دھار کر شاعر کو مسحور کر دیتی ہے:

جہاں چلتا نہ تھا کچھ روز واں اب ریل چلتی ہے
میسر خاکساروں کو بھی اب تخت سلیماں ہے

اسی طرح ٹیلی گراف کی تعریف کرتے ہیں کہ:

طلسم تازہ دیکھا کارخانہ تار برقی کا

زبانِ تار پر وہ بات ہے جو دل میں پنہاں ہے [24]

ایسٹ انڈیا کمپنی ہندوستان میں تجارت کی غرض سے وارد ہوئی تھی۔ سیاسی قوت حاصل کرکے انگریزوں نے آہستہ آہستہ ہندوستان کے اقتصادی ڈھانچے کو زبردست نقصان پہنچایا۔ ملکی تجارت پر مکمل قابض ہونے کے بعد انگلستان کی نوساختہ صنعتوں کو تحفظ فراہم کرنے کی غرض سے خام مواد انتہائی سستے نرخوں پر خرید کر انگلستان کے کارخانوں کو روانہ کیا گیا۔ بہ قول خواجہ محمد زکریا کہ اکبر بعض اوقات واضح لفظوں میں بتا دیتے کہ ''ہندوستان کی دولت انگلستان جارہی ہے اور ملک اس لوٹ مار سے قحط زدہ ہو گیا کروڑوں عوام مر رہے ہیں اور چند انگریزوں کی تھیلیاں بھر چکی ہیں۔''[25] اس حقیقت سے آشنائی کے باوجود اکبر کہتے ہیں:

تجارت کی بھی ایسی ہو رہی ہے گرم بازاری
کہ سامانِ معیشت جنس دل سے بھی اب ارزاں ہے [26]

مدح میں مبالغہ آرائی فن کی حیثیت رکھتی ہے لہٰذا اکبر جیسا انگریزوں پر کڑی تنقید کرنے والا شاعر جب قصیدہ کہتا ہے تو اپنے دلی خیالات و نظریات کو پس پشت ڈال دیتا ہے اور عہد وکٹوریہ سے مرعوب نظر آتا ہے۔ قصیدے کے آخری شعر میں اکبر روایتی انداز میں ملکہ کو صحت اور سربلندی کی دعا دیتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

علامہ اقبال نے بھی ملکہ وکٹوریا کی وفات پر "اشکِ خون" کے عنوان سے طویل مرثیہ لکھ کر ملکہ کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ نظم کے کل دس بند ہیں اور ہر بند میں انھوں نے ملکہ کے بچھڑ جانے پر ذاتی غم اور دلی صدمے کو محسوس کیا ہے۔ ملکہ کی میت کے اٹھنے پر اقبال تعظیم کے لیے خاک کی مانند رہ گزار ہونے کو ہیں، چوں کہ علامہ صاحب خود سوگوار ہیں اسی لیے وہ تاج اور شاہی کرسی کو بھی سوگوار ہو کر نمک حلالی کا ثبوت پیش کرنے کا مشورہ دیتے ہیں:

اے ہند تیرے چاہنے والی گزر گئی
غم میں تیرے کراہنے والی گزر گئی
اے ہند تیرے سر سے اٹھا سایہ خدا
اک غم گسار تیرے حزینوں کی تھی، گئی [27]

اقبال نے اس مرثیے میں ملکہ وکٹوریہ کو ہندوستانی شریف اور پردہ دار گھرانوں کی فضیلتِ نسواں اور ہندوستان کی آبرو قرار دیا ہے۔ ملکہ کی وفات پر بقول اقبال برطانیہ اور ہندوستان گلے مل کر روئیں گے کیوں کہ دونوں کا دکھ سانجھا ہے۔

اردو شعر میں ملکہ وکٹوریہ کی پیش کش کا تجزیہ کیا جائے تو نتیجہ نکلتا ہے کہ بحیثیت حکمران زیادہ تر ان کی تعریفیں ہی سامنے آتی ہیں۔ جس کی ایک وجہ تو قصیدے کی صنف ہے۔ اس پیشکش میں ملکہ کے دورِ حکمرانی کی تیز رفتار تبدیلیاں خصوصاً شعرا کی توجہ کا مرکز بنتی ہیں۔ اوّل اوّل شاعروں نے ان کی توصیف صلے کے پیشِ نظر کی تاہم اقبال تک آتے آتے وکٹوریہ دلوں کی ملکہ بن چکی تھی، جس کی موت کا صدمہ مرثیوں کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ اردو شعر میں ملکہ کی پیش کش پر شعری رسومیات کا غلبہ ہے اور مقامی شعرا پہ انگریزی حکمرانی کا دباو بھی محسوس کیا جاسکتا ہے۔

حامیانِ تعلیم نسواں نے ہندوستانی خواتین کے سامنے مختلف رول ماڈل رکھے ہیں جن سے متاثر ہو کر اور جن کی ہمت وعظمت کو مدِ نظر رکھ کر خواتین میں تعلیمی شوق بیدار کیا جا سکے۔ اس ضمن میں دو طرح کے رول ماڈل ہیں۔ مقامی یا ہندوستانی خواتین جنھوں نے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے اور تاریخی اوراق میں محفوظ رہ گئیں۔ یہ خواتین ہندو بھی ہیں اور مسلمان بھی دوسری قسم غیر مقامی ہیں مسلمان ناول نگار یہاں ملکہ وکٹوریا کے کردار کو سامنے رکھا گیا ہے اور یورپ و امریکہ کی خواتین کی سرگرم اور کارآمد زندگی کا نمونہ سامنے رکھ کر خواتین کو بیدار کرنے کی کوشش کی ہے ناول نگار اپنے عہد کی خواتین کو جدید تعلیم سے آراستہ کرنا چاہتے تھے۔ ان کے سامنے جدید دور کا جیتا جاگتا نمونہ ملکہ وکٹوریا کا تھا۔ جس نے سمندر پار سے ایک وسیع ملک پر حکمرانی کی اور کسی بات میں بھی مردوں سے کم تر نہیں رہی۔ ہنر، لیاقت، ذہانت اور بطور منتظم ملکہ کو ہر شے پر قدرت حاصل ہے ملکہ وکٹوریا کی مثال دے کر نذیر احمد نے مراۃالعروس (1869ء) میں ہندوستانی خواتین کو ترغیب دیتے ہیں کہ وہ بھی تعلیم، لیاقت وہنر سے خود کو آراستہ کریں:

> ''ملکہ وکٹوریا کو دیکھو، عورت ذات ہو کر کس دھوم کس شان اور کس ناموری اور کس عمدگی کے ساتھ اتنے بڑے ملک کا انتظام کر رہی ہیں کہ دنیا میں کسی مرد بادشاہ کو آج یہ بات نصیب نہیں جب ایک عورت نے سلطنت جیسے کھٹن کام کو اور سلطنت بھی ماشااللہ اس قدر وسیع، ایسے نازک وقت میں کہ بات منھ سے نکلی اور اخبار والوں نے بتنگڑ بنایا، اتنی مدت دراز تک سنبھالا اور ایسا سنبھالا کہ جو سنبھالنے کا حق ہے تو اب عورتوں کی خداداد قابلیت میں کلام کرنا نری ہٹ دھرمی ہے۔''(28)

اصغری نے جب مکتب کی لڑکیوں کو کہانی سنانا شروع کی تو سفیہن نامی خاتون نے ملکہ وکٹویا کی تعریف سن کر تعجب کا اظہار کیا کہ عورت ذات ہو کر ملک کا بندوبست کیا خاک کرتی ہوگی سارے کام مرد ذات ہی کرتے

ہوں گے برائے نام عورت کو بادشاہ بنا رکھا ہو گا۔ اصغری نے مقامی حکمران بیگم بھوپال کے ذریعے سے ملکہ کی بادشاہت کے بارے میں سمجھایا کہ ملکہ کی عمل داری میں ہر طرح کا آرام وسکون میسر ہے اور ظلم زبردستی کا نام ونشان نہیں، " اور بھی دنیا میں سبھی طرح کے بادشاہ ہیں لیکن خلق اللہ کو جیسا آرم ہماری ملکہ وکٹوریا کی عمل داری میں ہے روئے زمین پر کہیں نہیں ہے۔"(29)

اصغری نے ملکہ کی تعریفوں کے بعد خواتین کی تعلیم وتربیت کی اہمیت کو اُجاگر کرنے کے لیے ایک کہانی سنائی جس میں بادشاہ اپنی اکلوتی بیٹی کی تربیت وتعلیم کا اہتمام اس مقصد کو مدِ نظر رکھ کر کرتا ہے کہ وہ اس کی جانشین بن کر امور سلطنت انجام دے سکے کہانی بیان کرنے اور بادشاہ کے جیتے جی انتظام سلطنت بیٹی کے ہاتھ میں سونپ دینا دو حوالوں سے اہم ہے۔ اوّل یہ کہ علم وہنر سے آراستہ ہو کر خواتین وہ امور بخوبی سرانجام دینے کی اہل ہو جاتی ہیں جو مردوں کے لیے خاص ہیں۔

دوم یہ کہ اولادِ نرینہ نہ ہونے کی صورت میں لڑکیاں بہترین جانشین بن سکتی ہیں بشرطیکہ انھیں علم وہنر سے دور نہ رکھا جائے۔ علم وہنر اور لیاقت ہی ایسی خوبیاں ہیں جن کی بدولت خواتین بہترین منتظم بن کر سلطنت کو بہ خوبی سنبھال لیتی ہیں خواہ گھر کی سلطنت ہو، خواہ بھوپال کی خواہ ہندوستان کی۔

"صورۃ الخیال"(1881ء) کے دوسرے حصے "بیتہ المقال" کے آغاز میں ولایتی اپنی خالہ زاد رقیہ، دولہن بیگم اور علیمن کو مختلف موضوعات پر معلومات دیتی ہے ان میں سب سے پہلے زیرِ بحث موضوع انگریزی قانون انصاف کی کتاب اور اس کی دفعات ہے علیمن سوال کرتی ہے کہ انگریزی حکومت میں سب قاعدہ قانون کس کے حکم سے نکلتا ہے تو ولایتی کہتی ہے۔

> "بوا! اللہ رکھے ہمارے ہندوستان کی شہنشاہ بیگم ملکہ معظمہ خلد اللہ ملکھا وسلطنتہا کے۔۔۔ ماشاءاللہ دست قلم پڑھی لکھی سب علموں میں قادر جب تو یہاں وہاں دونوں جگہ کی سلطنت کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں۔"(30)

علیمن اس بات پر حیران ہے کہ عورت ذات ہو کر ملکہ کس طرح دونوں ممالک کی سلطنت کا بوجھ اٹھانے کی اہل ہو سکتی ہے اور ملک پر حکمرانی کے لیے کس غضب کی عقل درکار ہو گی جو عورت کے پاس کہاں لیکن ولایتی اسے سمجھانے کے لیے ہندوستانی اور انگریز خواتین کا تقابل کرتی ہے اور اصغری خانم کی طرح شائستگی اور اعلیٰ اقدار کا پلڑا انگریز عورت کی جانب جھکا دیتی ہے۔ اس کا خیال ہے ہندوستان میں کل فساد جہالت نے برپا رکھا ہے جب کہ انگریزوں کے ہاں:

”تمام ملک بھر میں عورتوں کے پڑھانے کا دستور ہے جس طرح مردوں کے لیے پڑھنا ضرور ہے اسی طرح عورتوں کو بھی تعلیم دیتے ہیں۔ عورتیں بڑے بڑے علم حاصل کرتیاں ہیں بڑی بڑی بکار آمد کتابیں لکھتیاں ہیں۔ پھول کاڑھنا وہ سیکھیں، اون کام وہ سیکھیں، تصویریں وہ کھینچیں ملکوں کے نقشے وہ بنائیں پھر بعض عورتیں ڈاکٹری بھی پڑھی ہوئی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ادھر شادی ہوئی ادھر ساری خانہ داری کا بوجھ سر پر اٹھالیا اس میں تو ان کو بلا کا دخل ہے۔“(31)

”مجالس النساء“ (1874ء) میں زبیدہ خاتون اپنی بیٹی آ تو جی سے کہتی ہیں کہ ان کی ملاقات ایک میم صاحبہ سے تھی انہی کے ذریعے معلوم ہوا کہ ملکہ وکٹوریا صاحب کتاب بھی ہیں اور مصوری کے فن سے آشنا بھی ہیں اور سب سے بڑی خوبی کہ وہ شوہر پرست بھی ہیں۔ حالی ملکہ کی تعلیم و ہنر مندی کے ساتھ شوہر پرستی سے بھی متاثر ہیں اور ہندوستانی دماغ سے اس غلط فہمی کو رفع کرنا چاہتے ہیں کہ پڑھی لکھی عورت شوہر پرست نہیں رہتی۔

”ہماری بادشاہ زادی ملکہ وکٹوریا نے ایک کتاب لکھی ہے اس میں اول تا آخر تک اپنے میاں کا اور اپنی اولاد کا حال لکھا ہے اس میں بیسویں باتیں ایسی ہیں جن کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ اکبر! خدا تعالیٰ نے دنیا میں ایسی ایسی عورتیں بھی پیدا کی ہیں۔“(32)

ایک اور جگہ پر ملکہ وکٹوریا کی تعریف میں حالی کہتے ہیں کہ ”ہماری شاہ زادی ملکہ وکٹوریا کو جہاں بیسیوں ہنر آتے ہیں ایک تصویر ایسی کھینچتی ہیں کہ کوئی کھینچتا ہو گا تو اتنی ہی کھینچتا ہو گا۔“(33) زبیدہ خاتون ملکہ وکٹوریا کو ایک شوہر پرست خاتون قرار دے کر ہندوستانی خواتین کو ان جیسی محبت کرنے عورت بننے کا مشورہ دیتی ہے۔

”ہماری بادشاہ زادی ملکہ وکٹوریا جو آج دنیا کی چوتھی کھونٹ کی مالک ہیں اپنے میاں کی اس قدر خاطر کرتی ہیں کہ کبھی ان کے دل پر میل تک نہ آنے دیتی تھیں اور میاں کے ساتھ جو ان کو محبت تھی یہ تو ایک زمانہ جانتا ہے سنا ہے کہ جب ان کے میاں کا انتقال ہوا تو ملکہ معظمہ مدتوں ان کے سوگ میں رہیں اور ایک کتاب بھی انھوں نے ساری ہی میاں کے حال میں لکھی۔ بیٹا خاوندوں کا بڑا درجہ ہے اس بات کو پلے باندھ لو۔“(34)

”فسانہ راحت زمانی“ (1890ء) میں مولانا اسماعیل صاحب خواتین کی مجلس میں انگریز و امریکن خواتین کی تعریف کرتے ہوئے ملکہ وکٹوریا کو رول ماڈل بناتے ہیں اور ان کی تحسین کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ انگریز اور امریکہ کی عورتیں مردوں کے برابر کام کرتی ہیں لڑائی، پہرہ، بہادری اور دلیری کے کام جو محض مردوں کی مردانگی سے منسوب ہے عورتیں نہایت خوبی سے سر انجام دیتی ہیں پھر وہ ملکہ وکٹوریا کی تعریف کرتے ہیں:

> ”ہماری ملکہ معظمہ قیصر ہند ہی کو دیکھ لو کس حوصلہ اور کس رعب داب کی ملکہ ہیں کہ آج زمانہ میں کوئی ایسا بادشاہ نہیں ہوا خدا ان کے دم کو سلامت اور ہمیں ایسی مادر مہربان کے دامن عاطفت میں بہ امن وراحت اسی چین سے رکھے۔ کہو آمین۔“(35)

”رویائے صادقہ“(1906ء) میں اہم کردار صادق اور ایک بزرگ کا مکالمہ درج ہے جس میں بزرگ اسے بندگانِ خدا کے ساتھ احسان کرنے کی تلقین کرتا ہے اور مثال ملکہ وکٹوریا کی دیتا ہے جس کے زیرِ سلطنت عوام پر سینکڑوں طرح کے احسانات کیے گئے ہیں اور ان احسانات کا بدلہ یہ ہے کہ "ہم اس کے اطاعت گزار، وفا دار اور خیر خواہ، احسان مند رعایا“ ہو جائیں۔ کیوں کہ ان کے زیرِ سلطنت ہندوستان جنت کا نمونہ بن گیا۔ یہی رویہ انسان کا بھی ہونا چاہیے کہ وہ خدا کے احسانات کے بدلے وہی طرزِ عمل اختیار کرے اور وفاداری کرے جو بادشاہ سے منسوب ہے۔“(36)

حامیانِ تعلیم نسواں نے اپنے دلائل کو مضبوط شواہد فراہم کرنے کے لیے مختلف تاریخی و معاصر شخصیات کا ذکر کیا ہے تاکہ مخالفین تعلیم نسواں پر واضح کیا جا سکے کہ ایک تعلیم یافتہ خاتون مردوں کے مساوی کارہائے نمایاں سرانجام دے سکتی ہے۔ معاصر زمانے میں جس بنیاد پر خواتین کو ناقص العقل قرار دیا جاتا تھا، وہ محض تعلیمی کمی ہے۔ اگر خواتین بھی اعلیٰ درجے کا علم حاصل کر لیں تو خود پر لگے تمام داغ دھو سکتی ہیں اور کامل العقل کے مساوی کھڑی ہو سکتی ہیں۔

حوالہ جات

1۔ غالب، دستنبو، ترجمہ پروفیسر خواجہ احمد فارقی (نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، 2000ء)، پہلا ایڈیشن، ص73
2۔ ایضاً، ص19
3۔ ایضاً، ص48
4۔ ایضاً، ص49
5۔ ایضاً
6۔ ایضاً، ص87
7۔ تنویر احمد علوی، ڈاکٹر، غالب کی فارسی شاعری: تعارف و تنقید (نئی دہلی: غالب اکیڈمی، 2007ء)، ص55
8۔ ایضاً، ص45
9۔ غالب، دستنبو، ص68
10۔ الطاف حسین حالی، مولانا، کلیاتِ حالی، ترتیب و تدوین ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا (لاہور: الحمد پبلی کیشنز، 2018)، ص503
11۔ ایضاً، ص364
12۔ ایضاً، ص364-5
13۔ فرحت جبیں ورک، "مقدمہ شعر و شاعری کے نو آبادیاتی تناظرات اور سماجی تطابق کا اصول"، مطبوعہ بازیافت، حالی نمبر، شمارہ28، (جنوری-جون2016ء)، ص200
14۔ الطاف حسین حالی، مولانا، کلیاتِ حالی، ص365
15۔ ابو محمد سحر، "حالی بحیثیت قصیدہ گو"، مطبوعہ صحیفہ، حالی نمبر، شمارہ220-21 (جنوری، جون2015ء)، ص284
16۔ الطاف حسین حالی، مولانا، کلیاتِ حالی، ص453
17۔ ایضاً، ص463
18۔ ایضاً، ص500
19۔ ایضاً
20۔ ایضاً
21۔ اکبر الہ آبادی، کلیات اکبر الہ آبادی، ترتیب و تدوین ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا (لاہور: الحمد پبلی کیشنز، 2018)، ص91
22۔ خواجہ محمد زکریا، ڈاکٹر، اکبر الہ آبادی: تحقیقی و تنقیدی مطالعہ، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 1994ء)، ص175
23۔ اکبر الہ آبادی، کلیات اکبر الہ آبادی، ص91

24۔ ایضاً
25۔ خواجہ محمد زکریا، ڈاکٹر، اکبر الہ آبادی: تحقیقی و تنقیدی مطالعہ، ص157
26۔ اکبر الہ آبادی، کلیات اکبر الہ آبادی، ص91
27۔ علامہ اقبال، کلیاتِ باقیاتِ شعر اقبال، مرتبہ صابر کلوروی (دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس، 2005)، ص5۔54
28۔ ڈپٹی نذیر احمد، مرآۃالعروس) دہلی: صدیقی پریس، س ن[1869])، ص14
29۔ ایضاً، ص172-6
30۔ نذیر احمد، بنات النعش، مشمولہ کلیاتِ ڈپٹی نذیر احمد (لاہور: خزینہ علم وادب، 2005[1872])، ص172
31۔ سرشار، فسانہ آزاد، حصہ اول) نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغِ اردو، 2002[1880])، 516
32۔ شاد عظیم آبادی، ہیۃ المقال (پٹنہ: صبح صادق پریس، 1883(، ص12
33۔ ایضاً، ص73-75
34۔ حالی، مجالس النساء (لاہور: مطبع سرکاری، 1883[1874])، ص38
35۔ ایضاً، ص43-45
36۔ ایضاً ص67